58-2: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قرآن مجید کے تعلق سے یہ ثبوت بیان کیے ہیں کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے(کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے)،اوراس کے تعلق سے کئی آیات بیان کی ہیں۔

1- پہلی آیت سورۃ الانعام آیت نمبر 155 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾(اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے جو بابرکت ہے)(الانعام:155)۔

﴿هٰذَا﴾:اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

﴿كِتٰبٌ﴾:ایک کتاب ہے جو مکتوب یعنی لکھی گئی ہے کیونکہ لوح محفوظ میں بھی لکھی گئی ہے،اور جو صحیفے فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں وہاں پر بھی لکھی گئی ہے،اور جو کتابیں(یعنی قرآن مجید)کتابی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں مصاحف جو ہیں اُن میں بھی یہ قرآن مجید لکھا گیا ہے۔

﴿مُبٰرَكٌ﴾:سے مراد برکت والا ہے۔

قرآن مجید کی برکت کے تعلق سے چند اہم باتیں ذرا سُن لیں کہ کوئی پوچھے نا قرآن مجید کی برکت کس چیز میں ہے؟ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۱)قرآن مجید مبارک ہے کیونکہ شفاء ہے جو کچھ سینوں میں ہے اُس کے لیے،جب انسان(یعنی مسلمان)قرآن مجید کو غور و فکر سے پڑھتا ہے تو جو بھی دل میں بیماری ہوتی ہے تکلیف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے شفاء دے دیتا ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الاسراء آیت نمبر 82 میں: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن مجید میں سے جو شفاء ہے اور رحمت ہے مومنوں کے لیے)(الاسراء:82)۔

(۲)پھر قرآن مجید کی برکت قرآن مجید کی اتباع میں ہے کیونکہ ظاہری اور باطنی اعمال کی صَلاح اور اصلاح جو ہے وہ قرآن مجید کی اتباع سے ہی ممکن ہے،تو یہ بھی برکت ہے قرآن مجید کی۔

(۳) قرآن مجید کی برکت ہے یہ جو عظیم آثار ہیں قرآن مجید کے (جو اثر ہے قرآن مجید کا) یہاں تک کہ جب مسلمانوں نے کافروں کے خلاف جہاد کیا تو قرآن مجید کی بنیاد پر ہی جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (اور اس قرآن مجید سے جہاد کیجیے (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) بڑا جہاد) (الفرقان:52)۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں نے زمین کے مشارق اور مغارب جو ہیں فتح کیے ہیں اسی قرآن مجید سے یہاں تک کہ وہ اس کے مالک بن گئے، اور اگر ہم بھی قرآن مجید کی طرف واپس لوٹیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یعنی زمین کے مشارق اور مغارب قبضے میں دے دے اور ہم اس کے مالک بن جائیں جیسا کہ ہمارے اسلاف مالک تھے، ہم اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتے ہیں (آمین یا ربّ العالمین)۔

(۴) قرآن مجید کی برکت قرآن مجید کی تلاوت میں بھی ہے، یعنی ہر ایک حرف جو ہے الگ سے دَس نیکیوں کا سبب ہے، یعنی اگر کوئی شخص کہتا ہے "قال": تو قَالَ میں تیس نیکیاں ہیں کیونکہ تین حروف ہیں، یہ بھی قرآن مجید کی برکت میں سے ہے۔

تو ہم قرآن مجید سے بہت ساری برکتیں حاصل کرتے ہیں بہت سارا خیر جڑا ہے قرآن مجید سے جس کا ہم احصاء اور گن نہیں سکتے، تھوڑی سی آیات ہم پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس پاک کلام سے اور بہت خیر اُس سے وابستہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے، تمام جو قسمیں ہیں برکت کی وہ قرآن مجید کی تلاوت سے، قرآن مجید کی اتباع کرنے سے، قرآن مجید کے جو عظیم آثار ہیں جو اثر ہوتا ہے دلوں میں اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

شاہد یہ ہے اصل موضوع یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، اس آیت میں جو ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾: تو ﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ میں دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔

2-دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ إلي آخر الآية (الحشر:21)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ پہاڑ یعنی مخلوقات میں سب سے سخت ہے اور یہ پہاڑ پتھروں سے بنے ہیں اور ہمیشہ جب بھی سختی کی مثال دی جاتی ہے تو پتھروں سے دی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ البقرۃ آیت نمبر 74 میں: ﴿ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً﴾ (پھر تمہارے دل سخت ہوئے اس کے بعد پس پتھروں کی طرح یا اُن سے بھی زیادہ سخت) (البقرۃ:74)۔

یعنی (نعوذ باللہ) یہودیوں کے دل اور کافروں کے دل جو ہیں وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

یعنی سب سے زیادہ سخت اگر کوئی کہے مخلوقات میں سے کیا سخت ہے؟ پتھر ہوتے ہیں۔ پہاڑ ہیں نا پہاڑ کس چیز سے بنا ہے؟ پتھروں سے بنا ہے۔ حقیقت میں اس پتھر سے بھی زیادہ سخت ایک اور چیز بھی موجود ہے اور وہ ہے کافروں کا دل یہودیوں کا دل جو ہے (نعوذ باللہ)۔

وجہ کیا ہے یہ کیسے ممکن ہے؟: شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ یہ قرآن مجید اگر پہاڑ پر اُتارا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس میں دراڑیں پڑ جاتیں، قرآن مجید کا اثر پہاڑ پر ہوتا ہے یہ سخت پہاڑ جو ہے اس کے پتھر جو ہیں دراڑیں پڑ جاتیں اللہ کے ڈر سے اللہ کے خوف سے "من خشية الله"۔

خشیت اور خوف میں کیا فرق ہے؟ "خشیت" علم کی بنیاد پر، اور "خوف" بغیر علم کے۔

پہاڑ کے تعلق سے خشیت کا لفظ کیوں ہے؟ کیونکہ (علم) پہاڑ جانتا ہے، پہاڑ ربّ کی قدر جانتا ہے ربّ کی عظمت کو جانتا ہے۔ کاش! کہ ہر انسان جاننے والا ہوتا تو آج یہ حالت نہ ہوتی انسان کی! (سبحان اللہ)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی قرآن ہمارے دلوں پر نازل ہوتا ہے لیکن (نعوذ باللہ) مزید سخت ہو جاتے ہیں نہ قبول کرتے ہیں حق کو اور نہ ہی کوئی دراڑیں اس میں پڑتی ہیں "إلا أن يشاء الله سبحانه وتعالىٰ"۔

اہل ایمان پر جب یہ آیتیں نازل ہوتی ہیں تو اُن کا ایمان بڑھ جاتا ہے مضبوط ہو جاتا ہے، اور جن کے دلوں میں مرض ہے تو اُن کی نجاست پر نجاست اور بڑھ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی پناہ! اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دل جو ہیں وہ سخت ہو جاتے ہیں اور سختی بڑھ جاتی ہے جب قرآن مجید کی آیتیں سنتے ہیں (نعوذ باللہ)! یہ قرآن اگر پہاڑ پر اُتارا جاتا تو یہ پہاڑ جو ہے اللہ تعالیٰ کی خشیت سے یعنی دراڑیں پڑ جاتیں اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عظیم کلام نازل ہوا ہے۔

اور اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ پہاڑ کو بھی احساس ہوتا ہے پہاڑ بھی محسوس کرتے ہیں۔ دیکھیں ہماری سائنس کہتی ہے کہ جمادات محسوس نہیں کرتیں، اگر آپ کسی سائنسدان سے کسی دنیا کی جو سائنس پڑھے ہوئے ہیں انہیں کہیں کہ یہ جماد جو ہے پہاڑ جو ہے اسے احساس ہوتا ہے، تو وہ کہے گا "کہ یہ پاگل ہے کیسی باتیں کر رہا ہے!"۔

احساس زندہ چیز کو ہوتا ہے نا اسی طرح پودوں کو بھی احساس نہیں ہوتا نا پودے زندہ ہیں کہ نہیں؟ لیکن حقیقت میں جب سائنس نے تھوڑی زیادہ ترقی کی ہے تو اس بات پر انہیں یقین ہونے لگا کہ پودوں کو بھی احساس ہوتا ہے، اور کئی مثالیں اس کی دیتے ہیں۔

ابھی سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی ہے یہاں تک پہنچیں کہ پہاڑ کو بھی احساس ہوتا ہے لیکن اللہ تعالٰی نے اسے بیان فرمایا ہے قرآن مجید میں ایک تو یہ آیت ہے، اور دوسرا متفق علیہ حدیث میں آیا ہے (صحیح بخاری، مسلم میں) اللہ تعالٰی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اُحد کے پہاڑ کے تعلق سے "هَذَا أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ" (یہ اُحد کا پہاڑ ہے یہ ایسا پہاڑ ہے جسے ہم پسند کرتے ہیں یہ ہمیں پسند کرتا ہے (ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور یہ ہم سے محبت کرتا ہے))۔

محبت کیسے ہوتی ہے؟ کیا جماد بھی محبت کرتا ہے؟ اب بغیر احساس کے محبت کا امکان ہے؟ جو کچھ محسوس نہیں کرتا محبت کر سکتا ہے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جو محسوس نہیں کرتا اُس میں اللہ کے خوف سے اللہ کے ڈر سے دراڑیں پڑ سکتی ہیں؟ نہیں پڑ سکتیں۔ تو احساس ہوتا ہے (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور اس سے اُن لوگوں کا ردّ بھی ہے جو قرآن مجید میں مجاز کے قائل ہیں، مجاز کو ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں مجاز بھی موجود ہے۔

دیکھیں کیا قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے مجاز سے کام لیا ہے؟ دیکھیں عربی لغت میں ایک صریح لفظ ہوتا ہے ایک مجاز ہوتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ میں نے فلاں شیر کو دیکھا وہ گھوڑے پر سوار تھا اُس کے ہاتھ میں نیزہ تھا تو اس سے کیا مراد ہے بہادر بندہ یا جانور جنگل کا جو گھوڑے پر بیٹھا ہے ہاتھ میں نیزہ ہے؟ بہادر کی مثال دی جا رہی ہے نا۔ تو شیر سے مراد جانور نہیں ہے جنگل کا جانور، شیر سے مراد بہادر انسان ہے۔ تو شیر کا لفظ جو ہے یہ مجاز ہے جو استعمال ہوا ہے یہاں پر اس بہادر

شخص کی جگہ پر، عربی لغت میں یہ چیز موجود ہے، کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مجاز سے کام لیا ہے کہ نہیں لیا ہے اب اس میں علماء کے دو اقوال ہیں:

(۱) ایک گروہ نے کہا کہ مجاز قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور اس کی جو سب سے بڑی مثال دیتے ہیں سورۃ الکھف کی آیت نمبر 77 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾ (ان دونوں نے (یعنی سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر علیہم الصلاۃ والسلام نے) دیکھی ایک دیوار جو گرنے کا ارادہ کرتی ہے) (الکھف:77): کیا دیوار بھی ارادہ رکھتی ہے؟

﴿يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾ یہ ارادہ کس کی طرف منسوب ہے؟ دیوار کی طرف ہے نا۔ کیا دیوار ارادہ کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ دیوار ارادہ کرے، تو یہاں پر مجاز ہے (اس کو ثبوت بنایا)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت میں جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے "کہ اگر یہ قرآن مجید نازل ہوتا پہاڑ پر تو اللہ کی خشیت سے اللہ کے ڈر سے پہاڑ میں دراڑیں پڑ جاتیں" اس آیت میں، اور اس حدیث میں "کہ اُحد کا پہاڑ جو ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں"، ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں مجاز نہیں ہے۔

اور پھر اس کے تعلق سے آپ کیا کہیں گے ﴿يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں: "یا سبحان اللہ!" (سبحان اللہ) "العلیم الخبیر" (خوب علم والا جو خوب باخبر ہے جو بڑا باخبر ہے)، وہ یہ فرماتا ہے دیوار کے تعلق سے ﴿يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾ اور تم یہ کہتے ہو کہ کوئی ارادہ نہیں رکھتا کیا یہ معقول بات ہے؟!

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیوار ارادہ رکھتی ہے گرنے کا، اور آپ کہتے ہیں یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ دیوار کا ارادہ ہوتا ہی نہیں ہے دیوار ارادہ نہیں رکھتی! تو آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ دیوار ارادہ رکھتی ہے آپ یہ کہیں کہ کیسے ارادہ رکھتی ہوگی؟!

اس لیے ہمیں اس سوال سے پہلے کہ ارادہ کیسے دیوار کا ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ ہمارا علم کتنا ہے؟ جواب کیا ہے؟ ﴿.. وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝٨٥﴾ (الإسراء:85)

اس قلیل علم کے سامنے ہماری کیا جرأت ہے کہ ہم جسارت کریں اور جرأت کریں اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے تعلق سے ہر بندہ اپنی اپنی رائے دے اور کہے کہ یہ ممکن ہے یہ ممکن نہیں ہے!

تو جس ربّ نے جو عالم غیب اور شہادۃ کا اور یہ فرمایا ہے کہ ﴿يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ﴾؟ تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اعتراض کرے اور یہ کہے کہ دیوار کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا! اور نہ ہی وہ گرنے کا ارادہ رکھتی ہے! اور یہ مفاسد ہیں، یعنی مجاز کے جو مفاسد بیان ہوئے ہیں اُن میں سے یہ بھی ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اُس چیز کی نفی کر دی جائے جسے قرآن مجید نے ثابت کیا ہے۔

مجاز میں سے اگر اس کو ثابت کیا جائے تو پھر اس کی نفی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے قرآن مجید میں، تو اُس مجاز کا فائدہ ہی کیا ہے اصل میں؟! دیکھیں عربی لغت میں تو ہے اس میں استعمال ہوتا ہے، اگر آپ غور سے دیکھیں حقیقتاً دیکھیں تو مجاز کا وجود اس لیے نہیں ہے کہ سیاق اور سباق متعین کر دیتا ہے کہ یہاں پر آپ چاہتے کیا ہیں، آپ وہ جانور جو ہے جنگل کا شیر آپ اُس کو بیان کر رہے ہیں یا سیاق اور سباق سے آپ صرف بہادری کی بات کر رہے ہیں اور شیر کیونکہ بہادر جانور ہے آپ اس کی مثال دے رہے ہیں، تو پتہ چل جاتا ہے کہ بات مجاز کی ہے ہی نہیں، اس میں بھی حقیقت ہے لیکن آپ نے جو جملہ ہے اس اعتبار سے بیان کیا ہے کہ بہادر انسان جو ہے وہ مشابہت رکھتا ہے شیر کی بہادری سے، یا شیر کی طرح ہے۔

الغرض، تو جو مفاسد ہیں مجاز کے کہ اتنا ہی کافی ہے مجاز کے فاسد ہونے کے لیے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ثابت کیا ہے مجاز سے اُس کی نفی ہو جاتی ہے۔

ایک اور مثال بھی دیتے ہیں (بیچ میں بات آگئی ہے بتادوں میں آپ کو): سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں سورۃ یوسف میں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُن لوگوں نے کیا کہا ہے؟ ﴿وَسْـَٔلِ﴾ أهل ہے یا القرية ہے؟ ﴿الْقَرْيَةَ﴾ ہے اُهل کا لفظ نہیں ہے "بستی سے پوچھیں جا کر"۔ بستی سے کوئی پوچھتا ہے؟! در و دیوار سے جا کر پوچھتا ہے کہ انہوں نے چوری کی ہے کہ نہیں کی ہے (سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے بھائیوں نے)؟!

اصل جملہ کیا ہے؟ یا اصل مقصد کیا ہے؟ وسئل أهل القرية: یہاں پر اُھل کا لفظ نہیں ہے اور قریہ کا لفظ ہے تو لوگو ں نے دیکھا کہ یہ تو مجاز ہے اس کو بھی ثبوت لیا ہے!

سچ بات ہے دیکھا جائے تو اس میں بھی مجاز نہیں ہے۔ تو کیا ہم سوال در و دیوار سے کریں؟! مطلب یہ ہے کہ یہ بات اتنی پورے شہر میں پھیل چکی تھی بچہ بچہ بھی جانتا تھا، اگر دیوار سے بھی پوچھا جاتا دیوار بھی بتا دیتی! دیکھیں یہ انداز بیان کی خوبصورتی دیکھیں۔ یعنی ایک بات اتنی مشہور و معروف ہو جاتی ہے کہ کسی سے مخفی باقی نہیں رہتی، اگر اتنی مشہور و معروف بات ہو گئی ہے کہ ہر بندہ جانتا ہے، بچہ بچہ بھی جانتا ہے، اگر دیوار سے پوچھیں گے نا وہ بھی بتائے گی آپ کو تو اس لیے مجاز ہے اس میں؟!

اب یہ کہنا کہ اس سے مراد واقعی بستی والے ہی ہیں در و دیوار نہیں ہیں یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن یہ بھی بعید نہیں ہے کہ حقیقتاً دیوار سے بھی اگر پوچھتے وہ بھی آپ کو بتا دیتی کہ واقعی ان لوگوں نے چوری کی ہے کیونکہ بات اتنی مشہور معروف ہو گئی ہے (واضح ہے کہ نہیں؟)۔

یعنی جب آپ کسی چیز کو بہت ہی اہمیت سے بیان کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ ایسے الفاظ بیان کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ بات کتنی اہمیت کی ہو رہی ہے، اور کس اعتبار سے اور کس لیول پر بات ہو رہی ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ إلي آخر الآية (الاسراء:44) میں؟

اب یہ بات ہو رہی ہے کہ دیوار کا ارادہ ہے کہ نہیں، اور اہل مجاز کا رڈ ہو رہا ہے۔ دیوار کا ارادہ تو ثابت ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کافی ہے۔ اب ہماری عقل وہاں تک رسائی کرے یا نہ کرے ہماری عقل کا قصور ہے ہماری عقل کی خرابی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے تو آمنا و صدقنا کافی ہے۔ اب کیوں، کیسے، کیسے امکان ہو گا؟ اس سے سوال کرنے سے پہلے اپنے آپ سے سوال کریں کہ ہمارے علم کا لیول کیا ہے، ہمارے علم کی حیثیت کیا ہے، کتنا ہم جانتے ہیں۔ اور سچ بات ہے کتنا ہم جانتے کتنا ہم نہیں جانتے ہیں؟ جو ہم جانتے ہیں یقیناً اُس سے بہت کم ہے جو ہم نہیں جانتے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾(الاسراء:85): یہ سب کے لیے ہے، یہ دنیا کے سائنٹسٹ کے لیے ہے، دنیا کے علماء کے لیے ہے، جتنا بھی آپ جانتے ہیں واللہ بہت کچھ ایسی چیزیں ہیں آج بھی! آپ کسی بھی سائنٹسٹ کو دیکھ لیں، راکٹ سائنس والوں کو دیکھ لیں بہت کچھ آج بھی ایسی چیزیں موجود ہیں فضاء میں جو وہ نہیں جانتے، اور وہ اس سے زیادہ موجود ہیں انفارمیشنز (Informations) جتنا وہ جانتے ہیں (اُس سے کہیں زیادہ موجود ہیں جو وہ نہیں جانتے)، ہر علم کے اعتبار سے مطلق ہے یہ۔

تو اس لیے یہ اعتراض کرنا قرآن مجید پر، یا یہ کہنا کہ اس میں مجاز ہے یہ کیسے ممکن ہے ہم نہیں مانتے، تو اپنے آپ سے سوال کر کے سب سے پہلے دیکھیں اپنی حیثیت دیکھیں، اپنے قد و قامت کو دیکھیں علم کے اعتبار سے آپ ہیں کہاں پر؟! اور ہر انسان کی کیا حقیقت ہے؟ ﴿وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾۔

(۲) پھر دوسری مثال دیکھیں: اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں بیان فرمایا ہے اور ایک مثال یہ ہے سورۃ الاسراء آیت نمبر 44 میں (جو کچھ یعنی ساتوں آسمان اور زمین (اور بعض آیات میں جو کچھ آسمانوں اور زمین) میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں (ساتوں آسمان، زمین، اور جو کچھ اُن کے بیچ میں، اور ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کرتی ہے)، آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ (لیکن آپ اس تسبیح کو سمجھتے نہیں ہیں)۔

﴿تُسَبِّحُ لَهٗ﴾: میں یہ لام تخصیص کے لیے ہے، یعنی یہ تمام چیزیں جو ہیں کائنات جو ہے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتی ہے: ﴿لَهٗ﴾ للہ: یعنی یہ اخلاص کے لیے ہے "صرف اللہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں"۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کیا اخلاص بغیر ارادے کے ممکن ہے؟ یہ تسبیح تو ہے کیسے ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن یہ یقین ہے کہ تمام کائنات تسبیح کرتی ہے (یہ دیوار بھی تسبیح کرتی ہے، یہ آسمان یہ زمین جو کچھ بھی ان کے بیچ میں ہے)۔

﴿تُسَبِّحُ لَهٗ﴾: صرف اللہ کی تسبیح کرتی ہے: صرف میں اخلاص ہے کیا اخلاص بغیر ارادے کے ممکن ہے؟

تو ارادہ بھی ہے، اخلاص بھی ہے، تسبیح بھی ہے: اس کا مطلب ہے یہ تمام چیزیں جو زمین اور آسمان میں ہیں ارادہ رکھتی ہیں اور ہر چیز ارادہ رکھتی ہے کیونکہ تمام چیزیں تسبیح کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی۔

اور ﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ﴾: ﴿إِن﴾: نافیہ ہے یعنی "(ما) ﴿مِّن شَيْءٍ﴾": اور ﴿مِّن شَيْءٍ﴾ نکرۃ فی سیاق النفی ہے "تفید العموم" یعنی تمام چیزیں۔

﴿إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾: الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں (اللہ کی حمد سے تسبیح کرتی ہیں): تو تمام چیزیں اس میں شامل ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اے میرے مسلمان بھائی! اگر آپ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کا دل قرآن مجید سے متاثر نہیں ہوتا تو پھر اپنے نفس پر تہمت لگاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ قرآن مجید اگر پہاڑوں پر اللہ تعالیٰ نازل کرتا تو یہ پہاڑ جو ہے اس میں دراڑیں پڑ جاتیں، اور تمہارے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوتا! "اسأل الله أن يعينني وإياكم" (میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی مدد فرمائے): آمین یا ربّ العالمین۔

اتنا کافی ہے آج کے درس میں، کچھ آگے ایک دو آیات ہیں اگلے درس میں ان شاءاللہ بیان کریں گے، تیسری، چوتھی اور پانچویں آیت یہاں پر رکتے ہیں اگلے درس میں یہیں سے درس کا آغاز کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (58-2.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔